گلزار کی نظموں میں سماجی مسائل کی پیش کش کا تجزیاتی مطالعہ

(پندرہ پانچ پچھتر کے حوالے سے)

عابد سلیم

محمد ریاض عابد

***ریسرچ سکالر (پی ایچ ڈی اردو) یونیورسٹی آف ایجوکیشن لوئر مال کیمپس ، لاہور**

****ریسرچ سکالر (پی ایچ ڈی اردو) یونیورسٹی آف ایجوکیشن لوئر مال کیمپس ، لاہور**

A Depiction of Social Issues in Gulzar's Poetry

(With special reference to "Panddra Panch Pachhattar")

Abstract

Gulzar's poetry is multidimensional. His poetry arises questions that have threats, fears and doubts. It also has messages of hope, encouragement and optimism which do not put man into despair. Not only the poems of "Panddra Panch Pachhattar" but whole of his poetry is full of diverse colours. It not only contains longings of heart but also the pain created by social injustice which not only delimits one to beloved's beauty but also makes one aware of the worldly tragedies. This individuality distinguishes Gulzar from other contemporary poets. Pain and deprivation of the society, poor, suppressed and working class, the cruel master inflicting miseries on the downtrodden who is sometimes a feudal lord and other occasions a capitalist or a cleric who loots in the name of religion. In short, the ever-changing canvas of the Indian society with all of its cruelty and beauty can be seen in Gulzar's poetry.

گلزارؔ کانام ذہن میں آتے ہی کہیں دور سے کانوں میں ایک مانوس آوازکی بازگشت سنائی دینے لگتی ہے۔’’میراکچھ سامان تمہارے پاس پڑا ہے‘‘ اور حساس دلوں پر ایک

چوٹ سی لگتی ہے۔''ایک سوسالہ چاند کی راتیں، ساون کے کچھ بھیگے دن، گیلی مہندی کی خوشبو، خط میں لپٹی رات'' اور نہ جانے کیاکیاکچھ یاد آتا ہے کہ دل بے اختیار ہو کرپکار اٹھتا ہے''تجھ سے ناراض نہیں زندگی حیران ہوں میں''۔ جب یہ حیرت ذراکم ہوتی ہے توانسان خیالات کی ریل پر سرپٹ دوڑتا''جن کے سرہوعشق کی چھاؤں پاؤں کے نیچے جنت ہوگی۔'' کاورد کرتے ایک ''ملنگ'' کاروپ دھارلیتا ہے جو کسی ''کملی'' کی تلاش میں سرگرداں ''تیری بے قراریوں میں عشق، عشق ہے ملنگ میرا'' کے راگ الاپتا اپنے من کی دنیا میں ڈوب جانے کے قریب ہوتاہے کہ اسے گلزارؔ کی شاعری کی دنیا سے بارود کی بوآنے لگتی ہے۔ دل کی کایا کلپ ہوتی ہے اوروہ درد کے ٹکڑے میں تبدیل ہوجاتا ہے جسے لاکھ بھسم کرو مگروہ ختم ہونے میں نہیں آتا۔ جلتے گھر، بکھرے انسانی اعضاء، جھلسے بدن، دریدہ پیراہن ہرصفحہ قرطاس پربکھرے نظرآتے ہیں۔عقل دنگ رہ جاتی ہے کہ محبتیں بانٹنے اورمحبتیں سکھانے والے اس من چلے شاعر پر کیاگزری کہ یہ دلوں کے ساز چھوڑ کر گولیوں کی کہانی لکھنے بیٹھ گیا۔ اگرگلزارؔ سے اس کی وجہ پوچھی جائے تو شاید وہ فیضؔ کاہم زبان نظرآئے۔

جابجا بکھرے ہوئے کوچہ وبازار میں جسم

خاک میں لتھڑے ہوئے خون میں نہلائے ہوئے

لوٹ جاتی ہے ادھر کو بھی نظر کیا کیجئے

اب بھی دلکش ہے تیرا حسن، مگر کیا کیجئے

(نسخہ ہائے وفاص۶۲)

ایک اچھا شاعر من کے گیت ہی نہیں سناتا بلکہ وہ تن کے زخموں کی داستان بھی بیان کرتاہے۔ وہ اپنے باطن کے نہاں خانوں سے امن،شانتی، پیار، خلوص اورمحبت کے سچے موتی ہی نہیں رولتا بلکہ ظاہر کی دنیا کے زخم، دکھ، پریشانیاں، درد، ظلم،محکومی اوراستحصال کی تصویرکشی کرنابھی اپنافرض سمجھتا ہے، گلزارؔ کے لیے بھی یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ دل کی دنیا میں اس قدر کھوجائے کہ گردوپیش کی خبر ہی نہ رہے۔

گلزارؔ کی شاعری میں جہاں عشق ومحبت کے نغمے ملتے ہیں وہاں اس نے ایک اچھا فنکارہونے کاثبوت دیتے ہوئے انسان کی روزمرہ زندگی سے وابستہ مسائل کو بھی نظرانداز نہیں کیاہے۔ہندوستانی سماج کے دکھ، درد، محرومیاں، غریب، محنت کش اورمظلوم عوام،ان افلاس کے مارے نادار انسانوں پرظلم ڈھانے والے ظالم آقا جوکبھی حکمران ہیں تو کبھی جاگیردار، کبھی بنیا ہے توکبھی مہاجن، کبھی گلے میں زنار ڈالے، ماتھے پر قشقہ کھینچے رام رام کی مالا جپتا براہمن ہے تو کبھی تسبیح کے دانوں پر ہردم

اپنی بندگی کاحساب رکھنے والاکسی مسجد کا ''ملائے ناحزیں''۔پل پل رنگ بدلتاہندوستانی معاشرہ اپنی تمام تررعنائیوں اور سفاکیوں کے ساتھ گلزارؔ کی شاعری میں دیکھاجاسکتا ہے۔ ''پندرہ پانچ پچھتر'' کی نظموں میں اس کی بڑی جان دارتصویریں موجود ہیں۔

چکی کیا پیسے، کیا بانٹے
آٹا لے جاتا ہے بنیا
دھنیا اپنی نسلیں لے کر
کھیت کی مینڈھ پہ بیٹھ گئی ہے
بچے تو گھر کی کھیتی ہیں، بندھوارکھ کے
جَوکی ٹوکری مل جاتی ہے!
'نین' کا چھورا باپ کے سنگ دریاں بننا ہے
'روپا' جنگل میں سوکھی لکڑی چنتی ہے

(میگھا کالے،کالے میگھا) ۱

بھوک،افلاس اورجبر کی یہ تصویر صرف ہندوستانی معاشرے تک ہی محدود نہیں، بہ نظرِ غائر دیکھاجائے تویہ تصویر دنیا کے ہراس سماج کی عکاس ہے جہاں غریبوں کا استحصال ہورہاہے جب خون پسینہ ایک کرکے ہڈیاں توڑدینے والی محنت کے بعد بھی دووقت کی روٹی نہ ملے توانسان کے پاس امید کاواحد سہارا ہجرت رہ جاتی ہے جوکبھی اپنی مرضی سے کی جاتی ہے توکبھی مجبوراً اس سرزمین کوخیربادکہناپڑتا ہے جہاں کبھی محبوب کی ایڑھی سے''دھوپ اڑاکرتی تھی'' اورجہاں خود اس کی نال گڑھی تھی۔اس جبری ہجرت کایہ انداز''پندرہ پانچ پچھتر'' کی نظموں میں کچھ اس رنگ میں ظاہر ہواہے۔

تیں نے یہ بھی دیکھا ہوگا
شہرکو چھاپے مارنے کی عادت ہے، میگھا
شہرڈکیتی کرے توبچے جیب میں بھرکے لے جاتاہے
بچے بک جاتے ہیں جیسے ریڑھی پر بُھنے بکتے ہیں

(میگھاکالے،کالے میگھا) ۲

نئی جگہوں پرسکونت کے بعداپنوں سے جدائی اور(Child Labour)چائلڈ لیبر پر اس قدر جان دار طنز کی مثال نایاب نہیں توکم یاب ضرورہے۔ معانی کاایک جہان ہے جوان چار لائنوں میں پوشیدہ ہے۔ اسے غالبؔ کے الفاظ میں ''گنجینہئ معنی کاطلسم''کہنا شاہد بے جانہ ہوگا۔''پندرہ پانچ پچھتر'' کی نظموں میں ہندوستانی سماج کابدلتا ہوامنظرنامہ کچھ اس دل کش انداز میں بیان ہوا ہے کہ دیہات کے ساتھ ساتھ شہروں کی بدلتی ہوئی صورت حال کا نقشہ بھی قاری کی آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے۔ ''مدراس''،''بمبئی''، ''دلی'' اور''کلکتہ'' کے زیرعنوان نظموں میں گلزارؔ نے ہندوستان کے ان بڑے شہروں کی بدلتی ہوئی سماجی صورت حال کوجس فنی چابک دستی سے پیش کیاہے وہ ان ہی کاخاصہ ہے۔ اوراس کو وہ ایک ایسابزرگ شہر قرار دیتا ہے جوکسی بڑے بوڑھے کے پیٹ کی طرح پھیلتا جارہا ہے۔ظاہر ہے اشارہ تیزی سے بڑھتی ہوئی آبادی کی طرف ہے۔ بمبئی کوگلزارؔ نے اس کے جغرافیائی تناظر میں ایک ایسی بڑی مچھلی سے تشبیہ دی ہے جوآدھی پانی کے اندر ہے اور آدھی باہر۔وہ اس پراسرار شہرکو ایک طلسمی جزیرہ قرار دیتے ہوئے کہتا ہے کہ یہاں آکر سندباد جہازی بھی ورطہئ حیرت میں پڑ گیاہوگا۔

کسی گرگٹ کی چمڑی سے بنا ہے آسماں اس کا

جووعدوں کی طرح رنگ بدلتاہے

''کسینو' میں رکھے'رولے(Roulette) 'کی
صورت چلتا رہتا ہے!

کبھی اس شہر کی گردش نہیں رکتی

اسے بیئرنگ لگے ہیں

کسی 'ایکسیل' پہ رکھا ہے!

طلسمی شہر کے منظر عجیب ہیں۔

(بمبئی)۳

سائنس کی ترقی نے جہاں دنیا کو''گلوبل ولیج''بنادیا ہے وہاں عام آدمی بھی اس کے ثمرات سے محروم نہیں ہے۔گلزارؔ نے اگر''2085ءنیوکلیئربم کے بعد''والی صورت حال کو اپنی نظموں کاموضوع بنایا ہے توسائنسی ترقی سے مستفید ہوتاایک خوانچے والا بھی اس کی باریک بین نظروں سے پوشیدہ نہیں ہے۔ ہاں مگر اس خوانچے والے پریقین

کرناذرامشکل ہے کیونکہ سائنس اپنی تمام ترترقی کے باوجود انسان کوحیرت اور بے یقینی کے عمیق سمندر میں تواتارسکتی ہے مگریقین کی دولت عطانہیں کرسکتی۔

بڑی ترقی ہوئی ہے کہ،خونچے والا اب ٹیپ

بھرکے دن بھرچلاتا ہے بیٹری پر

گلے کی گولی، مزے کی گولی، حکیمی چورن، ملٹھی چورن!

نسیں پھلا کے،یاسانس کاپورازوردے کر

گلے سے چلانے کی ضرورت نہیں رہی اب!.....

جواس پہ تھا،وہ یقیں مگر ٹیپ پرنہیں ہے!

(تاثرات)۴

گلزارؔ نے ''پندرہ پانچ پچھتر'' کی نظموں میں علامتی واستعاراتی انداز میں معاشرتی استحصال کاتذکرہ بڑے مؤثر پیرائے میں کیاہے۔ ایک ایسا معاشرہ جہاں تمام تر حقوق امیروں کے نام محفوظ کردیئے گئے ہیں اورغریب طبقہ اپنے جائز حقوق سے بھی محروم ہے۔''میگھا کالے، کالے میگھا'' اس کی بہترین مثال ہے۔

دورافق سے آتے تودیکھاتھا ہم نے

اورآکاش پہ چڑھتے بھی دیکھا تھا کوئی لاٹھی اورلنگوٹ

پہن کے ہانک رہاتھا

بیچ ڈگر میں کہاں گئے تم، کالے میگھا؟

کون تھے وہ جوتاگاباندھ کے نتھنی میں

اورکہیں کو'ہینچ' کے لے گئے

جاتے جاتے، کالے میگھا،تم نے نیچے دیکھا تھاکیا؟

میراگاؤں ویسے ہی سوکھا ہے اب تک

(میگھا کالے،کالے میگھا)۵

غریبوں اورلاچاروں کی کھیتی یونہی سوکھی رہ جاتی ہے اوران کے حصے کاپانی جاگیردار کے کھیت سیراب کرتا ہے۔ یہ تصویر صرف ہندوستانی سماج کی نہیں بلکہ ہراس زرعی معاشرے کی ہے جہاں جاگیرداروں کے ہاتھوں چھوٹے زمینداروں، کسانوں اورکھیت مزدوروں کااستحصال ہورہا ہے اوروہ اپنی فصلیں اوس کی بوندوں یاپھراپنے ہی آنسوؤں سے سیراب کرنے پرمجبور ہیں۔

یہ برفیں کب پگھلی ہیں

ان کے پاؤں تلے سے پانی بہتا ہے جب

میرے گاؤں تلک آتے آتے کچھ لوگ کدالوں سے

کاٹ کے لے جاتے ہیں پانی!

کب تک اوس کی بوندوں سے میں اپنی پیاسی
کھیتی سنیچوں؟

میگھا کالے..... کالے میگھا!

(میگھا کالے،کالے میگھا)۶

ہندوستان میں ہونے والے فرقہ وارانہ فسادات بھی ''پندرہ پانچ پچھتر'' کی نظموں کامؤثر حوالہ ہیں۔ان کے بیان میں گلزارؔ نے کبھی توبہت محتاط اندازاختیار کیاہے جو''نوسالہ فراز کاکہنا ہے''اور''ننگ دھڑنگ زمین پرلیٹے لیٹے میں نے'' میں دیکھاجاسکتا ہے اورکبھی بڑے واضع انداز میں ان فسادات کی خوں ریزی کوموضوع سخن بنایاہے مثلاً''پنکھے سے اڑتی ہے توبلب پہ جابیٹھتی ہے''۔ایک طنزیہ نظم ہے جس میں ایک چڑیا کے توسط سے ابن آدم پرطنز کیاگیاہے کہ جس معاشرے میں انسانوں کے گھر محفوظ نہ ہوں وہاں ایک ''چھٹنکی بھر کی چڑیا'' کی وقعت ہی کیا ہے۔

کتنے معصوموں کے گھر دنگوں میں جل کر

ملبے کے ڈھیر ہوئے جاتے ہیں گجرات میں

اوریہ ہے

ایک ٹوٹے ہوئے روزن میں اسے

تنکے سجانے کی پڑی ہے!

(پنکھے سے اُڑاتی ہے توبلب پہ جابیٹھتی ہے)۷

گلزارؔ نے صرف گجرات میں مسلمانوں کے قتل عام پر اظہارِ افسوس نہیں کیا بلکہ بین الاقوامی سطح پرہونے والی جنگوں میں کمزور مسلم ریاستوں پرعالمی طاقتوں کے ناجائز قبضے اورقتل وغارت گری پربھی اس نے پرتاثیر نظمیں لکھی ہیں۔ جنگ مذہب کوبنیاد بناکر لڑی جائے یااپنے مفادات کی خاطر نہتے عوام کوتختہ مشق بنایا جائے نقصان کاسامنا ہمیشہ بے قصور عوام کوہی کرناپڑتا ہے۔امریکہ کے ہاتھوں افغانستان اورپھر عراق کی بربادی کی بہت سفاک تصویریں ''پندرہ پانچ پچھتر'' کی نظموں میں دیکھی جاسکتی ہیں جن میں فنی پختگی بھی ہے اورجذبے کی شدت بھی

وہ جورات کوڈرتی تھی نا

آسماں پراُڑتے تمبو دیکھتی تھی

دیوار پکڑ کے کہتی تھی وہ

'روکو، روکو،گھرچلتاہے'

ہول نہیں پڑتے اب اس کو

ایک ٹینک اچانک گھر میں گھس آیاتھا

جمعرات کے دن، تھوڑی سی،جو بھی
ملی،دفناآئے ہم

اب خانم کی فکرنہ کرناابو تم!!

(اب خانم کی فکرنہ کرناابو تم)۸

''دوسوفٹ سے بھی اونچی ایک دھوئیں کی کھمبی''میں کیمیائی ہتھیاروں کے استعمال سے افغانستان میں بے گناہ لوگوں کاجس بے دردی سے قتل عام کیاگیا گلزارؔ نے اس کی بڑی فنکارانہ عکاسی کی ہے۔ جنگ کے ہولناک سائے بچوں تک کواپنی لپیٹ میں لے لیتے ہیں کیونکہ گولی یہ صلاحیت نہیں رکھتی کہ اپنے سامنے آنے والے کی پہچان کرسکے کہ وہ دشمن کاایک کڑیل جوان ہے یابے گناہ معصوم بچہ جس کااس جنگ سے دورکابھی واسطہ نہیں ہے۔

سورج کی اس بیک لائٹ میں

گھرکے کھنڈر

اوردیواروں پربیٹھے افغانی بچے

امریکا کے ''آرٹ جرنل''کے کور پیج پر
اب بھی زندہ لگتے ہیں
ہلکا ہلکا دھواں نکلتارہتاہے!

(سورج کی اس بیک لائٹ میں)۹

عراق کی تباہی کے مناظر میں ''پندرہ پانچ پچھتر'' کی نظموں کامؤثر حوالہ ہیں۔

جنگ کاکوڑا ایک جگہ پرجمع ہوا ہے
پہلی بار ہے۔
اتنے سارے بازو،ٹانگیں،ہاتھ اور سراورپاؤں
ایسے الگ الگ بکھرے دیکھے ہیں
بچے کچھے پرزے لگتے ہیں
سپیئر پارٹر' ہیں

(بغداد) ۱۰

گلزار کی شاعری کی کائنات متنوع رنگوں سے آراستہ ہے اس میں پیارے کے اجلے رنگ بھی ہیں اور بارود کے بوجھل رنگ بھی، دوستی، خلوص اور محبت کے لازوال رنگ، عشق لا حاصل کے پاگل کر دینے والے شوخ رنگ، من کی دنیا میں ڈوب کرتن کے زخم چھپائے مسکراتے رہنے کے رنگ، اس میں گیلی مہندی کے رنگ بھی ہیں اور بہتے خون کے رنگ بھی، احساس اور مروت کے شفاف رنگ بھی ہیں اور بے حسی اور خود غرضی کے سیاہ رنگ بھی، تنہائی کے رنگ بھی اور اجتماعیت کے رنگ بھی، ٹھنڈی دوپہر کے رنگ بھی ہیں اوریخ بستہ راتوں میں جلتے گھروں کے خوفناک رنگ بھی۔ اس ہمہ رنگ شاعری میں اندیشے، وسو سے اور پریشان کر دینے والے معصوم سوال بھی ہیں اور امید، رجائیت اور حوصلے کے پیغام بھی جو انسان کی ہمتوں کو کبھی مانند نہیں پڑنے دیتے کیونکہ

بندے ہیں ہم اُس کے
ہم یہ کس کا زور
امیدوں کے سورج
نکلے چاروں اور

گلزار۔

صرف ''پندرہ پانچ پچھتر'' کی نظمیں ہی نہیں بلکہ گلزارؔ کی تمام شاعری قوسِ قزح کے متنوع رنگوں سے مزین ہے جس میں دل کی کسک اور تڑپ بھی موجود ہے اور سماجی و معاشرتی ناہمواریوں سے پیدا ہونے والا درد بھی جو انسان کو محض غم جاناں کا ہی اسیر بنا کر نہیں چھوڑ دیتا بلکہ اس کا تعارف غم دوراں سے بھی کرواتا ہے۔ گلزارؔ کی یہی انفرادیت اسے معاصر شعرا میں ممتاز کرتی ہے---- اللہ کرے زورِ بیاں اور زیادہ----

حوالہ جات

فیض احمد فیضؔ، نسخہ ہائے وفا، مکتبہ کارواں، لاہور، سن ندارد

۱۔گلزارؔ، پندرہ پانچ پچھتر، مکتبہ دانیال، کراچی،۲۰۱۱ء ص۲۴

۲ایضاً ، ص۲۴

۳۔ایضاً ، ص۹۱

۴ ۔ایضاً ، ص۷۵

۵۔ایضاً ، ص۲۳

۶۔ ایضاً ، ص۲۵

۷۔ایضاً ، ص۳۱

۸۔ ایضاً ، ص۳۶

۹۔ ایضاً ، ص۳۴

۱۰۔ایضاً ، ص ۳۲